دنیوی زندگی کے عارضی اور وقتی پردہ سرکنے کے بعد وہاں حقائق کی دنیا اور اعمال کے نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انسان نے دنیا میں جو کچھ کیا مرنے کے بعد اسکے مکافات و محاسبہ کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ اب شاستری کا معاملہ بھی اس عظیم و برتر منصف و دانا حاکم رب العالمین کے اُس دربار میں پیش ہے جس سے بڑھ کر کوئی عدالت نہیں۔ اور جس کے سامنے نہ کوئی لن ترانی اور نہ کوئی ملمع سازی اور سیاست و ڈپلومیسی کام دے سکتی ہے۔ دنیا کے مصنوعی ایوانوں بین الاقوامی عدالتوں اور جنرل اسمبلیوں میں گرجنے والے بڑے بڑے جابر و قاہر افراد کی زبان اس دربار میں گنگ ہو جاتی ہے۔ اور اللہ کی مخلوق کی قسمتوں سے کھیلنے والے جابرہ فرعون و نمرود، ہٹلر و مسولینی، نپولین، اور چرچل جیسے سورما اس حقیقی عظمتوں کے مالک کے سامنے لرزاں و ترساں ہو جاتے ہیں۔ اور انہیں زندگی کی ہر بڑی چھوٹی ناانصافی اور حق تلفی کا حساب دینا پڑتا ہے۔ لال بہادر شاستری کا واسطہ بھی اس جابر و قہار حی و قیوم احکم الحاکمین سے ہے ـــ وہ کشمیر نہیں چھوڑنا چاہتے تھے مگر پورا ہندوستان بلکہ پوری دنیا چھوڑ کر چلے گئے۔ بیشک ان ربک لبالمرصاد ـــ جبر و ظلم اور فانی طاقت کے گھمنڈ پر لاکھوں کشمیری انسانوں کے بنیادی حقوق آزادی کی پائمالی اور خانہ بربادی کروڑوں انسانوں کے امن و سکون کی تباہی یہ سب اعمال ایک ایک کرکے اب اس کے سامنے ہوں گے۔ اور کوئی بڑے سے بڑا عدالتی ادارہ، اقوام متحدہ کی اسمبلیاں ناکام و بے بس ہو کر ظلم و حق تلفی کی حمایت میں ایک لفظ تک نہ کہہ سکیں گی۔ یہاں کے انصاف کے نام نہاد ادارے، اقوام متحدہ اور عالمی رائے عامہ تو انہیں قائل نہ کر سکی۔ مگر اس عظیم دربار میں حقیقت چھپائے نہ چھپ سکے گی۔

آہ! غافل انسان موت کے سامنے کتنا بے بس ہے اور زوال و فنا کے شکنجوں میں کسطرح جکڑا ہوا ہے۔ سوچا کیا ہے ـــ اور حکیم و علیم رب کے اٹل فیصلے کتنی مضبوطی سے اس پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ وقت موعود آنے پر کوئی طاقت، قوت، رعیت و سیاست ساتھ نہیں دے سکتی۔ کاش! یوم الحساب اور آخروی زندگی کے فطری حقائق پر ایمان نہ رکھنے والے بھی کم ازکم دنیا کی اس بے ثباتی اور موت و فنا کے جابرانہ تسلط سے عبرت لیتے اور زندگی کو عدل و انصاف اور انسانی عزت و احترام کے خطوط پر سنوار لیتے۔ اور اسطرح کم ازکم آنے والی نسلوں کی گرفت اور بے لاگ مؤرخین کی لعنت و ملامت سے تو محفوظ ہو جاتے ـــ

ایمان و حیا کا کتنا شاندار نمونہ ہے جس کا مظاہرہ دنیا کے سامنے عالمی چمپئن محمد علی کلے نے یورپ کے ظلمت کدہ میں کیا جہاں ایمان و اخلاق و حیا و عفت کے نام کی کوئی شے موجود ہی نہیں وہاں دنیا کے سب سے بڑے گھونسہ باز محمد علی نے اپنی خوبصورت بیوی کو اس بنیاد پر طلاق دی کہ اسکی بیوی موجودہ دور کا چست اور نیم برہنہ لباس پہنتی ہے۔ اور فطری حسن و جمال کے مقابلہ میں غازہ، سرخی اور مصنوعی پلکوں کے ذریعہ اپنے حسن کے مظاہرے کرتی پھرتی ہے۔ جبکہ اسلام ان چیزوں کی اجازت نہیں دیتا ـــ ایک مسلمان بیوی کا شعار تو حیا و پاکدامنی ہے۔

وہ جب مجبوراً باہر نکلتی بھی ہے تو شرم و حیا کے مارے نگاہ نیچے رکھتی اور دب دب کر چلتی ہے۔ یہ نہیں کہ مال روڈ، شاہراہوں اور مجالس و محافل کلبوں اور تھیٹروں میں تھرک تھرک کر اور ننگی ہو ہو کر شرافت و اخلاق کی مٹی پلید کرتی رہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے تو ایسے باریک لباس پہننے پر بھی اسے لعنت کا مستحق قرار دیا جس سے نظریں یا دہوں یا جس سے محاسن کی نمائش ہوتی ہو۔ اسکا اسلام اسے گھر کی زینت اولاد کی پرورش کرنیوالی معصوم ماں اور رونقِ خانہ بنانا چاہتا ہے۔ مگر وہ نئی تہذیب کی مصنوعی چمک دمک سے مرعوب ہو کر عظمت و عزت و عصمت و عفت کے پاکیزہ آبگینے توڑ دیتی ہے۔ اور چند روزہ آزادی و مسرت کے نام پر بالآخر غلاظت و تعفن کا ایک چھیتھڑا بن کر رہ جاتی ہے۔ جسکے مسموم اثرات سے موجودہ اور آئیوالی نسلیں برابر متاثر ہوتی چلی جاتی ہیں۔ محمد علی کلے نے فحاشی اور بے حیائی کے گڑھ یورپ میں بیٹھ کر اپنی مطلقہ کو ہزارہا ڈالر سالانہ ادا کرنے کا بارِ گراں اٹھا کر اپنی بیوی سے چھٹکارا پایا۔ اور بقول ایک معاصر اپنی جسمانی قوت کا جیسا زبردست مظاہرہ اس نے دنیا کے سامنے کیا اور سر بلند رہا ویسا ہی زبردست مظاہرہ کردار و اصول کی پختگی کا بھی اس نے کیا ــــ کاش! تہذیب و فیشن کے دلدادہ روایتی اور موروثی مسلمان اس نومسلم کے کیریکٹر سے اثر لیں اور نمائشِ حسن و زیبائش پر مٹنے والی عورتیں شرم و آبرو حیا و عفت کے زیور سے آراستہ ہوں ــــ

اس سال حج کی نئی پالیسی کے تحت اس اہم فریضۂ عبادت پر جو پابندیاں لگائی گئی ہیں، افسوس کہ ملک کے دیگر سنجیدہ حلقوں کی طرح ہم بھی اس عاجلانہ فیصلہ کو نہیں سراہ سکتے۔ بلا شبہ ملک کا دفاع وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اس کیلئے ہر قسم کے وسائل و اسباب کی فراہمی اور غیر ضروری مصارف پر کنٹرول لازمی امر ہے مگر جس قوم کو محض اللہ کی نصرت اور اس کے دین کے نام پر فتحمندی و کامرانی نصیب ہوئی اور گویا جس ملک کا وجود ہی دینی اور روحانی اقدار کا رہینِ منت ہے اس ملک کے سرفروش باشندوں کے حج جیسے اہم فریضہ میں اتنی حوصلہ شکنی ہرگز قابلِ تحسین نہیں ہو سکتی۔ اگر حالات کی نزاکت کے باوجود خاندانی منصوبہ بندی اور دیگر غیر مفید منصوبوں پر کروڑوں روپے صرف کئے جا رہے ہیں، لاکھوں روپے کی شراب کی درآمد اور عام خرید و فروخت پر پابندی نہیں لگائی جاتی اشیاء تعیش کی درآمد کو ممنوع نہیں قرار دیا جا رہا تو کیا وجہ ہے کہ سارا نزلہ اسلام کے اہم اور مقدس ستون فریضۂ حج پر گرے اور حج کے کوٹہ کی مقدار پندرہ، بیس ہزار سے دو، اڑھائی ہزار تک گھٹا دی جائے ــــ جس رب کریم نے ایک کمزور و بیکس قوم کی ۶ ستمبر سے ۲۳ ستمبر تک ہر طرح دستگیری کی۔ وہ یقیناً اپنے غیبی خزانہ سے ہمارے زرمبادلہ اور دفاع کی ضرورتوں کو بھی پورا کر سکتا ہے۔ کیا اس قوم نے پچھلے دنوں گنہگار آنکھوں سے غیبی نصرت کا مشاہدہ نہیں کیا پھر کیوں ہم زیادہ سے زیادہ افراد کو اس رب کریم کے در کی چوکھٹ تک پہنچنے کا موقعہ نہ دیں جو خانہ کعبہ کے پردوں کو تھام کر گڑگڑائیں اور ہماری مزید کامیابی و کامرانی کی دعا مانگیں کہ وہی ہمارا اول و آخر حامی و نگہبان ہے۔ یہی خدا نے حج کی شکل میں ایک عالمی بین الاقوامی اجتماع میں اپنے مؤقف کی تبلیغ کا موقعہ دیا ہے کیا ہم اس پالیسی سے اس فرصت غنیمت کو گنوا کر اسلام کی عالمی برادری میں اپنی رسوائی کا سامان تو فراہم نہیں کر رہے ہیں؟ ہماری مخلصانہ گذارش ہے کہ اب جب حالات امن و صلح کا رخ اختیار کر چکے ہیں۔ تو اب بھی وقت ہے کہ اس پالیسی پر نظر ثانی ہو اور اگر کھلی اجازت نہ ہو تو کم از کم سالہائے گذشتہ کے برابر حجاج کو اس اہم فریضہ کی ادائیگی کا موقعہ ضرور دینا چاہیئے ــــ

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ــــ سمیع